جنگ راولپندی

29082003

عراق فوج بھیجنے کا مسئلہ

ین فرخ شاهی

기

وی نیوز 22 اگست 2003)

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد

صدر بش نے کہا ہے کہ عراق سے امریکہ کی فوجیں اس وقت تک واپس نہیں بلائی جائیں گی جب تک کہ وہاں تعمیر نو کا کام مکمل نہ ہو جائے اور جمہوری نظام قائم نہ کر دیا جائے (روز نامہ جنگ ، 27 اگست 2003) -

خود امریکہ میں یہ مطالبہ زور پکڑ رہا ہے کہ فوجیں جلد واپس بلائی جائیں۔ امریکی فوجیوں کی ہلاکتوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ فوجی جان قربان کے لئے تو عراق نہیں گئے تھے۔ انہیں تو کچھ اور ہی کہانیاں سنائی گئی تھیں۔ اب امریکہ کی کوشش یہ ہے کہ دوست ممالک اپنی

فوجیں عراق بھیجیں اور اس کی مدد کو آئیں۔

گزشتہ دنوں امریکہ کے جوائنٹ چیف جنرل مائیر پاکستان تشریف لائے اور بڑی چابک دستی سے پاکستانی فوج کی اعلیٰ صلاحیتوں کا ذکر کر کے پاکستان کی قیادت کو عراق فوج بھیجنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ یہی کھیل ترکی سے بھی کھیلا جا رہا ہے۔ لیکن جنرل مایران کی اس مسائی کے فورا بعد ایسی جوہری تبدیلیاں ہوتی ہیں جنہوں نے اس موقف کی صداقت کو اور بھی محکم کر دیا ہے کہ عراق میں اپنے مسلمان بھائیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے پاکستانی افواج ہر گز نہ بھیجی جائیں۔ اس معاملے میں حکومت جس جیس بیس کا مظاہرہ کر رہی ہے اسے ایک لمحے کے لئے بھی روا ر کھنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

پہلی بات عرب لیگ کے 22 ممالک کا متفقہ اعلان

ہے کہ عرب ممالک امریکہ کی کمانڈ میں عراق میں فوج بھیجنے یا کسی بھی قسم کا تعاون پیش کرنے کے مسئلے پر غور کرنے کو تیار نہیں۔ عراق اس وقت اتحادی افواج کے قبضے اور حکمرانی میں ہے اور اصل مسئلہ اہل عراق کا اپنے مستقبل کو اپنے ہاتھوں میں لیتا ہے۔ اس لئے عرب ممالک امریکہ کی خواہش پر عراق میں فوج بھیجنے کے لئے بالکل تیار نہیں ۔ یہ اعلان امریکہ کی حکمت عملی پر ایک شدید ضرب ہے۔

دوسرا اہم واقعہ خود اقوام متحدہ کے بارے میں عراقی عوام کے رویے میں تبدیلی ہے۔ اقوام متحدہ نے امریکہ اور

برطانیہ کی ہر کوشش، بلکہ ریشہ دوانی کے باوجو د عراق پر ان کے حملے کو سند جواز نہ دے کر عراقی عوام کے زخم پر مرہم رکھا تھا اور عراق اور دنیا کے عوام میں اس کا وقار بلند ہوا تھا۔ پھر اقوام متحدہ نے کمزوری دکھانا شروع کی اور تعمیر نو کے نام پر اپنا کردار تلاش کرنا شروع کیا۔ عراقی عوام نے اسے بھی گوارا کیا کہ کم از کم سلامتی کونسل نے امریکی اور اس کے اتحادیوں کو قابض فوج (OCEUPATION FORCE ) قرار دیا اور ان سے جنیوا کنونشن کے مطابق عمل کا مطالبہ کیا لیکن 13 اگست کو امریکہ کی نامزد گورننگ کونسل کو ایک قابل ستائش عمل (WELCOME STEP ) قرار دینے نے عراقی عوام

کے صبر کے پیمانے کو لبریز کر دیا اور ان کو یہ خطرہ نظر آنے لگا کہ اب اقوام متحدہ امریکہ کے لئے کوئی نہ کوئی سند جواز فراہم کرنے کی طرف بڑھ رہی ہے۔ یہی وہ نازک لمحہ ہے جب بغداد میں اقوام متحدہ کے مرکز پر حملہ ہوتا ہے اور اقوام متحدہ کے ادارے کے مقامی سربراہ سمیت 20 افراد ہلاک ہو جاتے ہیں۔ یہ واقعہ خواہ کتنا ہی افسوس ناک ہو لیکن اقوام متحدہ کے نام ایک پیغام ہے۔ اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کی سابقہ کمشنر اور آئر لینڈ کی سابق صدر میری رابنسن نے درست کہا

ہے کہ۔

دنیا اقوام متحدہ کو امریکہ کی لونڈی سمجھتی ہے۔ یہ واقعہ اقوام متحدہ کے لئے نیند سے بیدار ہونے کے لئے ایک پکار WAKR UP CALl) ہے۔ اقوام متحدہ کیلئے لازم ہو گیا ہے کہ عراق میں اپنے کردار کا دوباہ جائزہ لے۔ ہمیں یہ سمجھے لینا چاہئے کہ جب تک واشنگٹن مقبوضہ ملک ہے اپنا تعلق ختم نہیں کرتا اور ملک کا نظم و نسق اور اختیار عراقی عوام کی حقیقی نمائندہ کونسل کو منتقل نہیں کرتا صورت حال تبدیل نہیں ہوسکتی۔

اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان بڑی لچک دکھا

رہے تھے لیکن وہ بھی یہ کہنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ سلامتی کونسل سے اس وقت تک نئی قرار داد حاصل کرنا مشکل ہے جب تک امریکہ اپنا رویہ نہ بدلے اور دوسرے ممالک کو صرف بوجھے میں شرکت کے لئے بلانے کے بجائے فیصلہ کرنے کے عمل“ میں شریک نہ کرے۔ لیکن اس کے باوجود ابھی تک امریکہ کا رویہ حسب سابق ہے اور کولن پاول نے یہی اعلان کیا ہے کہ ۔ اس امر کا کوئی امکان نہیں کہ امریکہ عراق میں اپنا

اختیار اقوام متحدہ کے حوالے کر دئے“

آنجہانی سیر جیو ویرادی میلو ( SERGIO VIRIA DE MELLO) کے یہ آخری الفاظ دل پر چوٹ بن کر لگتے ہیں مگر تلخ حقائق کو نہیں بدل سکتے ( WHY US? WE CAME TO HELP) ہم ہی کیوں نشانے پر ہیں، ہم تو مدد کرنے آئے تھے۔ کیا یہ الفاظ ہماری قیادت کے لئے نیند سے اٹھ کھڑے ہونے کی پکار نہیں؟

تیسری اہم بات یہ ہے کہ ان حالات کے فطری اثر کے طور پر جاپان نے جس نے اپنی فوجیں دوسری جنگ عظیم کے بعد پہلی بار کسی دوسرے ملک بھیجنے کا عندیہ دے دیا تھا، اس پر نظر ثانی کرلی ہے اور اب اس کی افواج عراق نہیں جا رہی ہیں۔ نیز پولینڈ نے بھی جو نئے یورپ کا ستارہ بن رہا تھا اور امریکہ کی خوشنودی کے لئے دوسروں سے بڑھ چڑھ کر اس نے اپنی افواج عراق بھیج دی تھیں اعلان کیا ہے کہ ہم اپنی

افواج واپس بالا ر ہے ہیں۔ یہ تمام صورت حال ایک آئینہ ہے جس میں عراق میں امریکی افواج کی موجودگی کا اصل چہرہ اور رنگ دیکھا جا سکتا ہے۔ ہمیں ذرا بھی شبہ نہیں کہ عراقی عوام امریکہ اور اس کے حواریوں کو کس نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ کیا اب بھی اس میں

کچھ شک ہے کہ عراقی فوجیں بھیجنے کے معنی عراق کے عوام کے خلاف امریکی افواج کی معیت میں جنگ میں شرکت ہے۔ [ امریکہ کی نامزد گورننگ کونسل کو نہ کوئی اختیار حاصل ہے اور نہ /

اسے عراقی عوام کا نمائندہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

اس لئے حکومت اور پارلیمینٹ کو فوری طور پر قومی اتفاق رائے کے مطابق واضح اعلان کر دینا چاہئے کہ پاکستان عراق میں موجودہ حالات میں اپنی افواج ہر گز نہیں بھیجے گا اور مطالبہ کرے کہ امریکہ اپنی افواج کو واپس بلائے اور عراقی عوام کو اپنے معاملات خود طے کرنے کا کھلا موقع دے۔ اگر عبوری دور کے لئے کسی انتظام کی ضرورت ہے تو وہ مکمل طور پر اقوام متحدہ کے تحت ہو اور امریکہ کی فوجی کمانڈ کے تحت نہ ہو۔ اس کے سوا کوئی راستہ عراق کے مسئلے کا حل نہیں۔

23 اگست 2003ء کے نیو یارک ٹائمز میں امریکہ کے مشہور کالم نگار تھا اس فریڈ مین نے اپنے بغداد کے سفر کی جو منظر کشی کی ہے وہ چشم کشا ہے۔ جولائی 14 کے پل (BRIDGE) پر امریکی سارجنٹ سے اپنی گفتگو کا حال یوں بیان کرتا ہے کہ امریکی فوج کے کمپاؤنڈ کے باہر اشارہ کر کے

سارجنٹ نے کہا۔

جناب! ہم " جولائی 14 پل کے دشمن کی طرف والے علاقے میں ہیں۔ میں نے اپنے آپ سے کہا۔ ”ارے جولائی 14 پل کا دشمن کی طرف کا علاقہ ؟ وہ امریکی کمپاؤنڈ کی حدود سے باہر بغداد کی طرف اشارہ کر رہا تھا (نیو یارک ٹائمنر، 23 اگست 2003ء)

یہ عراقی عوام ہی کا نہیں امریکی فوجیوں کا بھی ادراک .

(PERCEPTION) ہے۔

فریڈ مین کہتا ہے کہ ان حالات میں ہمارے لئے نکلنے کا ایک ہی راستہ ہے زیادہ امریکی پیچھے واپس چلے جائیں اور زیادہ عراقی آگے آجائیں۔ نہ معلوم ہمارے حکمرانوں کو کس نے بتا دیا کہ پاکستانیوں کے جانے میں بھی کوئی خیر کی صورت ہو سکتی ہے۔